قسط نمبر (۷)　　رشحاتِ قلم: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

حرمین الشریفین میں میری پہلی حاضری

پینتالیس سال قبل سفر حج کے احوال ومشاہدات لکھی گئی ڈائری کے اوراق

وصالِ محبوبؐ کے صبح وشام : شہرِ محبوبؐ کو الوداع

پینتالیس سال قبل میری پہلی حرمین الشریفین حاضری کے سلسلہ میں مارچ کے شمارہ میں حرمین الشریفین سے میرے بھیجے ہوئے خطوط اور جواب میں حضرت والد ماجد قدس سرہ کے والا نامے شائع ہوئے ہیں جس سے قیام حرمین کے حالات پر اجمالی روشنی پڑتی ہے۔ قارئین نے اسے بے حد پسند کیا' سفر کے دوران ایک چھوٹی سی جیبی ڈائری میں ضروری حالات روزنامچہ کی شکل میں نوٹ کرتا رہا مگر وہ ڈائری تلاش کے باوجود نہیں مل رہی تھی' مارچ کے شمارہ میں سفر حج کی مراسلاتی رپورٹ پڑھ کر کسی اللہ کے بندہ کی دعا قبول ہوئی اور گمشدہ ڈائری کاغذوں کے انبار سے مل گئی اور آج الحمدللہ اس ڈائری کے نوٹس نذر قارئین کئے جا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت ۲۴۔۲۵ سال کے عمر میں احساسات میں نہ وہ پختگی تھی نہ تاثرات میں گہرائی جبکہ تحریر کا بھی کوئی تجربہ نہیں تھا نہ اس کی اشاعت کا تصور تھا' ڈائری کے ایک ہی صفحہ پر یادداشت کو محدود کرنا پڑتا' پینتالیس سال کے بعد اب وہ نقشے بدل گئے اصاغر' اکابر اور اکابر اپنے وقت کے آئمہ رشد وہدایت بن گئے ہیں' وسائل انتہائی محدود اور سہولتیں عنقا تھیں مگر میں انہی نقوش اور مناظر کو تقریباً نصف صدی بعد اپنے قارئین کو دکھانا چاہتا ہوں اس لئے ڈائری میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حک واضافہ اور ترمیم کئے بغیر اصل شکل میں پیش ہے۔ کسی ضروری تشریح اور توضیح کو حاشیہ میں رکھا گیا ہے۔ [(مولانا) سمیع الحق]

۱۳ر مارچ بروز پیر

الوداع مدینۃ طیبہ الفراق شہر حبیب: مدینہ سے کل شام رخت سفر باندھ لیا تھا مگر قدرت نے شام فراق شبِ وصال سے بدل دی' اور رات محبوبؐ کے شہر میں گزری مگر آج بالآخر وہ روح فرسا گھڑی آپہونچی کہ شام فراق کی جگہ صبح فراق نے لے لی۔ مدینہ طیبہ سے باچشم پرنم روانگی کا وقت آیا' راحت وسکون طمانیت قلب اور سکینت روح و جان کے یہ ڈیڑھ ماہ ایسے گزرے کہ جیسا دارالسلام جنت الخلد کا نقشہ قرآن کریم نے جابجا کھینچا ہے' میری وارفتگی اور سرشاری کا بارہا ایسا عالم رہا کہ مدینہ طیبہ کی موت اور جنت البقیع کی برزخی زندگی کو جنت کا یقینی پروانہ سمجھ کر بھی جنت کے تصور کے ساتھ خیال آجاتا کہ جنت کے روح وریحان لامتناہی نعمتوں اور نعیماً وملکاً کبیراً ___ سب کچھ اپنی جگہ مگر جنت میں تو مدینہ طیبہ اور مسجد نبوی اپنے بہاروں کے ساتھ نہیں ہوگا نہ روضۃ من ریاض الجنۃ اور نہ اس کے ساتھ پیوست

مواجہۃ الرسول علی صاحبھا الف الف صلوۃ وتحیۃ نہ مسجد نبوی کے قرآن وسنت کے پرنور حلقہ ہائے درس تو اس جنت میں ایک گونہ تشنگی محسوس کرنے لگتا ــــ اگر چہ ایسے غیر اختیاری دلی واردات دنیائے عشق وسرمستی کے جذب وکیف کا نتیجہ ہوتے ہیں اور اسے ع عاشقان را مذہب وملت جدا است کی بناء پر عقل وخرد کے پیمانوں سے نہیں تولنا چاہیے جنت میں تو رب کریم کے دیدار اور شفیع محشرؐ کے ہاتھوں جام کوثر کے ساتھ اس کی شفاعت کی نعمتیں بھی ہوں گی، مگر دل بہرحال جنت موعود کا امیدوار بن کر اس جنت موجود کو کسی طرح چھوڑنے پر تیار نہیں ہو رہا تھا۔

بقول شاعر اللہ ایسے جذب محبت کو کیا کروں رگ رگ کو جس نے درد بھرا دل بنا دیا

آج جاتے وقت مدینہ طیبہ کے وہ لمحات پوری شدت سے ایک ایک کر کے دل کے دامن تار تار سے الجھتے جا رہے تھے، جن کا نقشہ میرے جذبات واحساسات کے محبوب ترجمان اور دنیائے علم ومعرفت کے مجذوب دانائے راز علامہ سید مناظر احسن گیلانی نے بڑے خوبصورت انداز میں ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

''بجلی کی طرح دل پر واردات گزرتے رہتے، سچی بات تو یہی ہے کہ ہر طرف یہاں بجلی ہی بجلی برق ہی برق نور ہی نور تھا، صرف روشنی تھی تاریکی کا نام نہ تھا صرف سکون تھا، بے چینی کا پتہ نہ تھا صرف محبت تھی، محبت ہی محبت کا چشمہ فوارے کی طرح اچھل رہا تھا، ابل رہا تھا، صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وسلم ــــ اور اسی مسجد نبوی کا ایک اور منظر۔

جس وقت مواجہۃ مبارک (جہاں امتی اپنے غمگسار نبی کے چہرہ انور کے سامنے ہدیہ صلوۃ وسلام پیش کرتے ہیں) میں ہندی جاوی شامی مغربی ایشیائی افریقی گورے کالے لال پیلے اونچے اونچے قد والے اور چھوٹی قامت رکھنے والے طرح طرح کے لوگ رجوع کرتے، سلام کرتے ہیں اچانک اپنے خیال کے سامنے حشر کا میدان آ جاتا، وہی میدان جہاں بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح آدم کی اولاد ماری ماری پھرے گی، اور رب العالمین کے رسولؐ پر ایمان لانے والی امت اپنے رسول کو ڈھونڈے گی اور پائے گی، ایک ہلکا سا نقشہ اس میدان کا سامنے تھا اور دیر تک اس نظارے میں غرق رہتا۔

اس مجذوب مناظر احسن گیلانی نے اپنے سفر حج میں بحری جہاز کے عرشے پر بارگاہ رسالت میں پیش کرنے کیلئے امت کی زبوں حالی، کسمپرسی اسلام کی غربت اور غیروں کی طرف سے مسلمانوں پر یلغار کا ''عرض احسن'' کے نام سے جو المناک نقشہ اپنے منظوم کلام میں پیش کیا ہے وہ درحقیقت نہ صرف مجھ جیسے گنہگار اور نافرمان امتی بلکہ پورے امت مسلمہ کے جذبات واحساسات اور حقائق کی ترجمانی ہے۔ یہ ماتم ہے مرثیہ ہے، درد وکرب کی صدائیں ہیں، التجاء اور التماس ہے، حضور اقدسؐ کے جذبات ترحم اور خداوند کریم کے توجہات رحمت کو انگیخت کرنے کی ایک شاہکار ہے، قیام مدینہ میں جب بھی دل بھر آتا، بارگاہ رسولؐ میں اسکے پڑھنے سے بوجھ ہلکا ہو جاتا دل چاہتا ہے کہ اس سفرنامہ کے قارئین بھی اسی نوے سال قبل کے اس دردناک منظرنامہ میں اپنی اور امت کی موجودہ تصویر دیکھ لیں۔ تعارفی نوٹ بھی علامہ گیلانی کا لکھا ہوا شامل ہے۔

عرضِ احسن (۱۹۲۸ء)

بآستانہ نبوت کبریٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

''کبھی کبھی رات کی تاریکی میں جہاز کی آخری بالائی سطح پر تنہا چلا جاتا، سامنے سمندر کا پانی اور جگمگاتے تاروں سے بھرے ہوئے آسمان کے سناٹے کے اس عجیب وغریب وقت میں نظارۂ جہاز بڑھتا جارہا تھا، اس خطہ پاک سرزمین کی طرف بڑھتا جارہا تھا۔ دل کی گہرائیوں سے جس کے متعلق رہ رہ کر آواز آتی تھی۔

فرخ آں شہرے کہ تو باشی دراں   اے خنک شہرے کہ تو باشی دراں
وائے امروزم خوشا فرزائے من   مسکن یا رست شہر شاہ من (اقبالؒ)

برادر عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ کا یاد دلایا ہوا" پیغام" دماغ کی سطح پر پہنچ کر مچلنے لگا۔ بے ساختہ زبان سے مصرعے نکلنے لگے، ابتداء تو مادری زبان اردو ہی سے شروع ہوا۔ اس کے بعد فارسی مصرعوں کا زور بندھا، نیچے اتر آیا، روشنی میں قلمبند کرنے لگا، خاتمہ عربی کے چند مصرعوں پر ہوا۔ ''عرضِ احسن'' کے نام سے یہی نظم موسوم ہوئی اور پیش کرنے کے لئے ''تحفۂ درویش'' تیار ہوگیا۔ مسلمانانِ عالم کے حالِ زار کو ایک نظم کی صورت میں قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے اس کی توفیق بھی اس کو میسر آئی کہ جہاں عرض کرنا چاہتا تھا عرض کرنے کا موقع عطا فرمایا گیا۔ (مناظر احسن گیلانی)

ہر ایک سے ٹکرا کر   ہر شغل سے گھبرا کر   ہر فعل سے شرما کر   ہر کام سے پچتا کر
آمد بدرت بنگر

اے خاتم پیغمبرؐ   یا قاسم للکوثر   اے سرور ہر سرور   اے رہبر ہر رہبر
اے آنکہ توئی افسر   ہر کہتر و ہر مہتر   فی المبدء والمحشر   اے ہستی تو محور
للاکبر و الاصغر   اے طلعت تو مظہر   للاول و الآخر   اے رحم جہاں پرور
آقائے کرم گستر آمد بدرت بنگر

امروز چہ مہمانے   ناکارہ و نادانے   آلودۂ عصیانے   آغشتہ دامانے
بازیچۂ شیطانے از کردہ پشیمانے
آمد بدرت بنگر نے مونس دنے یاور

نے ساز نہ سامانے   نے علم نہ عرفانے   نے دین نہ ایمانے   نے فضل نہ احسانے
از خانۂ ویرانے   وز کلبۂ احزانے   وز مجلس و زندانے   ناشکری و کفرانے

آمد بدرت بنگر کاالحائر(۱) والمضطر

با چاک گریبانے باسینۂ بریانے بادیدۂ گریانے با اشک فراوانے

باناله و افغانے باشورش پنہانے بادانش حیرانے باعقل پریشانے

درصورت عطشانے درگریہ درمانے خواہد ز تو فرمانے پروانۂ غفرانے

آمد بدرت بنگر البائس و المعتر

شاہاتو بمن منگر بررحمت خود بنگر انصاف تو کن آخر غیر از تو مرا دیگر

من ناظر و الناصر والشافع و مستغفر

تو (۲)جوشش رحمانی تو سایۂ یزدانی تو شاہد ربانی تو جلوۂ سبحانی

تو مرکز اعیانی تو جوہر فروانی تو مبدء اکوانی تو مقصدِ امکانی

تو مرجع و پایانی تو جانی و جانانی ہم روحی و روحانی تو زبدۂ انسانی

تو نیر فارانی تو درہ عدنانی

تو مہبط قرآنی

تو خاتم ادیانی ہاں دینی و ایمانی

اے آنکہ تو درمانی ہر رنج و پریشانی بنگر کہ مسلمانی تورانی و ایرانی

ہم ہندی و افغانی ہم مصری و سودانی از نرغہ شیطانی وز جذبۂ حیوانی

وز دانش نفسانی وز شورش عمرانی یونانی(۳) و رومانی افرنجی و برطانی

درسکرت وہیمانی ور لطمۂ نادانی

ور ورطۂ ظلمانی

در فتنہ و طغیانی فی البغی و عدوانی

---

(۱) مانند حیران اور سراسیمہ و پریشان کے

(۲) حقیقت محمدیہ کے نزول وظہور کے مدارج کا اظہار ایک خاص ترتیب سے ان مصرعوں میں کیا گیا ہے

(۳) موجودہ زمانے کے تمام فتنوں کا سرچشمہ، مغرب کا شیطانی او۔ جاہلی حیوانی ونفسانی تمدن ہے اور اس تمدن کی بنیاد روم ویونان کے قدیم تمدن پر قائم ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ھاں دست دعاء بکشاء　از ذروۂ او ادنــــی (۱)　وزقبۂ ما اوحـی (۲)　اے مـرضـی تـو تـرضـی (۳)

اے ملت تو بیضاء　فـالـلیل (۴) لـقـد یغشیٰ　والـکفر (۵) قـد استعلی　(۶) ذا امتک الـضعفیٰ

فی (۷) سیطرۃ الاعداء　ھاں (۸) سھمک لایطفی

ورمیک لایخطیٰ

والـلّٰـه (۱۰) ھـوالاعـلیٰ　والحق (۱۱) فـلا یعلیٰ

---

(۱) اوادنی سورہ النجم کی آیت ثم دنی فتدلی فکان تاب قوسین اوادنی کی طرف تلمیح کی گئی ہے۔ (۲) تاوحی الی عبدہ مااوحی (یعنی جب اوادنی کے مقام تک عروج ہوا تو اللہ نے اپنے بندے پر وحی کی جو کچھ بھی وحی کی) یہ بھی اسی سورہ النجم کی آیت ہے۔ (۳) سورۂ والضحیٰ میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد الٰہی ہوا کہ ولسوف یعطیک ربک فترضی (قریب ہے کہ تیرا رب تجھے اتنا دے کہ تو راضی ہو جائے) بلاشبہ اس آیت میں بڑی بشارتیں پنہاں ہیں۔ العالمین کی رحمت کی رضامندی کے حدود کو سوچئے اور دردھنیے۔ (۴) بس رات چھا گئی (۵) اور کفر اونچا ہو گیا (۶) یہ آپ کی کمزور ناتواں امت ہے (۷) دشمنوں کے قابو میں ہے (۸) آپ کا تیر نشانہ سے ہٹ نہیں سکتا (۹) اور آپ کے نشانہ کو غلط نہیں کہا جا سکتا (۱۰) اللہ ہی سب سے بڑا ہے (۱۱) اور حق پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

یہ تو بحری جہاز کے عرشہ پر مولانا کا جگر خراش نالہ تھا مگر اس سے قبل وہ گھر پر زار و نزار بستر علالت پر پڑے ہوئے تھے اور انہیں محبوبؐ کے ڈیوڑھی کے درشن کا مژدہ ملا تو ان کے تن مردہ نے انگڑائی لی تو ان کے درشن مدینہ کی آرزو ایک عجیب و غریب اضطراری نظم میں ڈھل گئی جو ان کے علاقائی بہاری زبان میں ہونے کے باوجود عشاق مدینہ کے دلوں کے تار چھیڑ دیتی ہے لیجئے مشام روح و جان کو اس سے بھی معطر کر لیجئے۔

تم سے توڑوں تو کس سے جوڑوں

بارگاہ رسالت میں التجا والتماس

''ہر ہر عضو گرا ہوا تھا' چلنا پھرنا تو دور کی بات ہے' قسم ہے اس خدائے زندہ و توانا کی' جو مردوں سے زندوں کو اور زندوں کو مردوں سے نکالتا ہے کہ ایک سکنڈ دو سکنڈ کے لئے بھی بیٹھنے کی آرزو جس سیاہ بخت کے لئے مہینوں سے صرف آرزو بنی ہوئی تھی

درشن کی آرزو: بخت کی بیداری (درشن مدینہ کا مژدہ ملنے) کے بعد دیکھا جا رہا تھا' کہ اب وہ اٹھ رہا ہے' اٹھتا چلا جا رہا ہے' جس کی موت کا فیصلہ کیا جا چکا تھا' وہ دوبارہ گویا زندوں میں پھر شریک کر دیا گیا' ہسپتال والوں نے چند ہی

دنوں بعد حکم دے دیا کہ اب یہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے' حکم کی تعمیل کی گئی' پھر آگے کیا قصے پیش آئے' ان کی تفصیل غیر ضروری ہے شعور اور احساس میں ایک خیال کے سوا دوسرا خیال یا ایک جذبہ کے سوا دوسرا کوئی جذبہ باقی نہ رہا تھا' اس زمانے میں مَیں بہار میں تھا' بہار کی دیہی آبادی جو دیہاتوں میں رہتی ہے ایک خاص قسم کی زبان بولتی ہے' اس زبان میں اور کچھ ہو یا نہ ہو' لیکن التجا والتماس کے لئے اس کا پیرایہ حد سے زیادہ موزوں اور مناسب ہے' بے ساختہ اسی زبان میں کچھ مصرعے ابلنے لگے' سن کر تو اردو زبان کے سمجھنے والے بھی اس کو شاید سمجھ سکتے ہیں' لیکن اردو زبان کے املائے حدود میں مگدھی یا بہاری زبان مروجہ کے ان الفاظ کو لانا دشوار ہے' کتابی شکل میں صحیح طور پر جیسا کہ چاہئے شاید وہ سمجھے بھی نہیں جاسکتے لیکن عرض چونکہ اسی زبان میں کیا گیا تھا' بجنسہٖ ان ہی الفاظ کو (نیچے) نقل کر دیتا ہوں ____ ''درشن'' کی آرزو اس عجیب وغریب اضطراری نظم کی روح تھی' بہار کے نائب امیر شریعت مولانا سجاد مرحوم اگر چہ بظاہر فقیہ النفس والصورت تھے۔ مگر ذاتی تجربہ کے بعد یہ ماننا پڑتا تھا کہ باطن ان کا فقیہ سے زیادہ فقیر تھا۔ قرابت کے تعلقات کی وجہ سے گیلانی بھی کبھی تشریف لاتے تھے' اسی زمانہ میں اتفاقاً ان کی تشریف آوری ہوئی۔ اس نظم کے سننے کا موقع ان کو بھی ملا' سنتے جاتے تھے' اور روتے جاتے تھے' خصوصیت کے ساتھ اس بند پر تڑپ تڑپ گئے' ہچکیاں ان کی بندھ گئیں' یعنی دوسرا بند

تمری دوار یا کیسے چھوڑوں؟ تم سے توڑوں تو کس سے جوڑوں؟
تمری گلی کی دھول بٹوروں تم رے نگر میں دم بھی توڑوں
جی کا اب ارمان یہی ہے
اٹھوں پھر اب دھیان یہی ہے

''تم سے توڑوں تو کس سے جوڑوں'' اس استفہامی مصرعہ کو بار بار دہراتے اور بے قرار ہو کر بلبلاتے' اور ہے بھی یہ سوال' کچھ اس قسم کا' آج انسانیت زمین کے اس خاکی کرّے پر تڑپ رہی ہے۔ زندگی کا مطلب کیا ہے؟ اس سوال کو حل کرنا چاہتی ہے۔ ایک ڈیوڑھی کے سوا خود ہی سوچئے کہ دنیا میں کون سا آستانہ ایسا باقی رہا ہے' جہاں واقعی اس سوال کے جواب میں صحیح توقع کی جائے؟ اس تنہا واحد آستانے سے ٹوٹنے والا خود سوچئے کہ کہاں جائیگا' کن کے پاس جائیگا۔ موسیٰ ہوں یا عیسیٰ' ابراہیم ہوں' یا یعقوب علیہم السلام یا ان کے سوا کوئی اور اس راہ کے ان سب راہبروں نے اپنے اپنے وقتوں میں جو راہ پیش کی تھی' جب وہ ساری راہیں مسدود ہو چکی ہیں۔ تاریخ جانتی ہے کہ ڈھونڈھنے والوں کو ان بزرگوں کی بتائی ہوئی راہ نہیں مل سکتی۔ تو اب دنیا کہاں جائے۔ اور اسکے' سوا کہ ع جلوہ ات تعبیر خواب زندگی (اقبال) کا فیصلہ کرتے ہوئے ''تم سے توڑوں تو کس سے جوڑوں'' کہتا ہوا اسی چوکھٹ کے ساتھ چمٹ جائے' جس کے سوا شہادت والوں کو غیب تک پہنچنے اور پہنچانے کا کوئی دوسرا ذریعہ باقی نہیں رہا ہے۔ (مناظر احسن گیلانی)

پیارے محمدؐ جگ کے سجن　　تم پر واروں تن من دھن
تمری صورتیا من موہن　　کبہو کراہو(۱) تو درشن

جیا کھڑے دلوا(۲) ترسے
کرپا کے بدرا(۳) کبہیا(۴) برسے

تمری دواریا کیسے چھوڑوں　　تم سے توڑوں تو کس سے جوڑوں
تمری گلی کی دھول بٹوروں　　تمرے نگر میں دم بھی توڑوں

جی کا اب ارمان یہی ہے
اٹھوں پھر اب دھیان یہی ہے

صلی اللہ علیک نبیا　　تمرے دوارے آیا دکھیا
بھیا(۵) اکی پکڑھو راجا　　اپنے حسین وحسن کا صدقا

ڈھوا(۶) گھریں ناؤ کو اس کے
اب نہیں ہم ہیں اپنے بس کے

سینس پہ اکے پاواں(۷) دھر ہو　　پیت کی اگیا من میں بھر ہو
بھدر رہوا(۸) پہ تنی(۹) کرپا(۱۰) کرہو(۱۱)　　سپنو میں ایسن(۱۲) کر گجرھو(۱۳)

راجا تمری دیوڑھی بڑی ہے
رحمت تمرے نام پڑی ہے

اندھیرا(۱۴) کے تم رہیا بتاہو(۱۵)　　ہردے(۱۶) کا اِکے جوت جگا ہو
ڈگری(۱۷) پہ اپنے اکو چلا ہو　　بودھا(۱۸) کے تم بدھی(۱۹) بنا ہو

کھینچو اکو پاپ نرکھ سے
دھو دیہو کا(۲۰) لیکھ منہ کا اکے

تمرے پیا کی اونچی اٹریا　　ہمری نے ہی داں پر گجریا
بتلا بتلا(۲۱) رہی نجریا(۲۲)　　پکھلئی(۲۳) ہے اک تمری دواریا

اُن کھر(۲۴) پتوا(۲۵) تمرے سے چلی ہے
کھوجوا(۲۶) بھی ان کا تمرے سے ملی ہے

---

(۱) کبھی کرادیجئے۔ (۲) کڑھتا ہے دل (۳) بادل (۴) کب (۵) بازو (۶) موج عظیم (۷) پاؤں (۸) حددرجہ بخت (۹) ذرا (۱۰) مہربانی (۱۱) کیجئے (۱۲) ایسا (۱۳) کرگزریئے (۱۴) اندھے کو (۱۵) بتایئے (۱۶) قوئ باطنی (۱۷) راستہ (۱۸) بیوقوف کو (۱۹) دانش مند بنادیجئے (۲۰) سیاہی (۲۱) بھٹک بھٹک (۲۲) نظر (۲۳) دیکھی ہوئی ہے۔
(۲۴) ان کا (۲۵) پتہ (۲۶) سراغ

پی کی پتیا(۱) تم ہی لے لہو ان کھر بتیا(۲) تم ہی سنی لہو
ہمنی کے نندیا سے تم جگے لہو(۳) مرل تھلبئی(۴) تم ہی جلے(۵) لہو
دھری(۶) بھے لوں تم ری دیا(۷) سے
مکتی(۸) بھی ہو ای ہی تمری دووا(۹) سے

O

اور یہ وہی مواجھۃ الرسول ہے جہاں عارف جامی نے دل چیر چیر کرا پنے دل صد پارہ کی قاشین ان اشعار میں سجا کر پیش کیں

سوئم افگن زمر حمت نظرے بازکن بررخم زلطف درے
زاریٔ من شنو تکلم کن گریہ من شنو تبسم کن
لب بجنباں پئے شفاعت من منگر در گناہ وطاعت من
کہ زفتم طریق سنت تو ہستم از عاصیاں امت تو
ماندہ ام زیربار عصیاں پست افتم از پاگرم نگیری دست
رحم کن برمن وفقیریٔ من دست دہ بہردست گیری من
خودبدست توکے رسد دستم لیقدر بس کہ دررہبت پستم
پست بودن برائے توخوشتر کز بلندی بسرش سودن سر

یاشفیع المذنبین بارگناہ آوردہ ام بردرت ایں بارپشت دوتاہ آوردہ ام
چشم رحمت برکشا موئے سفید من ببیں گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام
آں نمی گویم کہ بودم سالہا در راہ تو ہستم آں گمراہ کہ اکنوں روبراہ آوردہ ام
عجز و بیہوشی ودرویشی ودلریشی ودرد ایں ہمہ بردعوئے عشقت گواہ آوردہ ام

دیؤ رہزن درکمین، نفس دھوا اعدائے دین زیں ہمہ درسایہ لطف پناہ آوردہ ام
گرچہ روئے معذرت نگذشت گستاخی مرا کردہ گستاخی زبان عذر خواہ آوردہ ام

نگاہ تصور میں قیام مدینہ کے ایک ایک لمحہ کی تصویر مسجد نبوی کے در و بام گلی کوچے مدینہ کی وہ عطر بیز ہوائیں جس سے مشام روح و جان معطر ہوں اور جو زلف حبیب کی غمازی کرتی ہیں۔

بادصبا جو آج بہت مشکبار ہے شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلف یار ہے

---

(۱) خط (۲) باتیں (۳) جگایا (۴) مرے ہوئے تھے (۵) جلایا (۶) مومن ہوئے (۷) مہربانی سے (۸) نجات بھی ہوگی (۹) آپ کی ہی دعا سے

وہ رحمت للعالمین بن کر آئے فریضہ رسالت دعوت و تبلیغ باحسن و اکمل طریق ادا کر کے چلے گئے مگر اب تک سسکتی تڑپتی انسانیت کو ہوائے رحمت پروردگار سے سرشار کر گئے' ایسی ہوا جو جان بلب اور لب گور انسانیت کے نجات و حیات کا آخری آکسیجن بن سکتی ہے' اور آج بھی اس کوچہ جاناں کا ہر ذرہ چراغ طور ہے' آج تصورات اور احساسات کا یہ قافلہ ہر ہر ذرے کو اپنا دل سمجھ کر اسے سمیٹ کر اور سنبھال کر اپنے ساتھ لے جانے پر بضد تھا یہاں کے گزرے دنوں کے حال کی شاعر نے کس خوبصورتی سے عکاسی کی ہے۔

ترے کوچے میں ہم کل اس طرح سے جا بجا ٹھہرے　　　چلے چل کر تھمے تھم کر بڑھے بڑھ کر ذرا ٹھہرے

چلتے چلتے گنبد خضرا پر آخری نظر ڈالی وہ گنبد جو رہتی دنیا تک اللہ کے نور پھیلانے کا آخری پاور ہاؤس ہے' جو اس سے جو گیا' وہ اپنی دنیا اور آخرت کو روشن کر گیا جس نے اس سے رشتہ توڑا وہ ظلمت و جہالت کی وادیوں میں ہلاک ہو گیا۔ یہ پاور ہاؤس اس نور خدا کا سرچشمہ ہے جو ہمیشہ کفر کے حرکت پہ خندہ زن رہے گا اور دشمنوں کی ساری کوششیں اسے بجھانے میں ناکام ہوں گی۔ **یریدون لیطفؤا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکفرون** ___ اس گنبد پر جذب و شوق سے محبت و عقیدت کی ایک نگاہ کی کتنی قیمت ہے' اس کا جواب عارف باللہ ہمارے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے پوچھئے کسی نے عرض کیا کہ حضرت میں حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں' فرمایا آپ بڑی ہمت اور بڑے حوصلے والے ہیں کہ زیارت نبویؐ کے طالب ہیں ہماری لیاقت تو فقط اس قدر ہے کہ اگر گنبد خضرا شریف پر نگاہ پڑ جائے جو مدینہ منورہ سے چار پانچ میل کے فاصلے پر نظر آتا ہے تو بڑی خوش نصیبی ہے' ہماری لیاقت اس قدر کہاں کہ ڈیوڑھی شریف پر حاضر ہو جائیں (بروایت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ)

شاعر نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ۔

دوست را گر نمی توانی دید　　　خانہء دوست را تماشا کن

جانے والے ایک بے بضاعۃ سراپا عجز و عصیان مسافر کے لئے تو یہ ایک نگاہ بھی توشہء دنیا اور زاد عقبٰی ہے۔ **وتزودوا فان خیر الزاد التقوی** ۔ دولتم ایں بس کہ بعد از مدت و دور و دراز　　　بر حریم آستانت می نہم روئے نیاز

اور مسافر کا انگ انگ اس نعمت عظمٰی پر ثنا خواں اور جوڑ جوڑ سجدہ ریز ہونا چاہیے کہ۔

شکر للہ کہ نمردیم و رسیدیم بہ دوست　　　آفرین باد بریں ہمت مردانہ ما

جاتے جاتے جبل احد پر بھی ایک نگاہ حسرت ڈالی جسے حضور اقدسؐ نے اپنا محب اور محبوب قرار دیا ہے **احد جبل یحبنا ونحبه** مدینہ کے اطراف میں کھجور کے باغات ہیں جو مدینہ سے نکلتے وقت دامن دل کو کھینچ رہے ہیں۔ مگر یہ تیزی سے نگاہوں سے اوجھل ہوتے جا رہے ہیں۔ اور بقول مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سواد مدینہ کے یہ وہی درخت ہیں' جن کے متعلق شہیدی مرحوم نے کہا تھا کہ۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے　　　قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا